وسطِ ایشیا، توران، ترکستان اور ماوراء النہر؟

ڈاکٹر کبیر احمد جائسی

اسلامی علوم وفنون کی پیشرفت کی تاریخ میں بہت سے ایسے علاقوں کے علماء وفضلاء کے نام ملتے ہیں جن کے حدود اربعہ متعین نہیں ہیں مثلاً کسی کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ وہ ماوراء النہری تھے تو کسی کو خراسانی، کسی کو ترکستانی اور کسی کو تورانی لکھ کر اس کی زادگاہ پر دبیز پردہ ڈال دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے اصل ماحول، وہاں کے اُس زمانے کے مسائل، غالب رجحانات، اخلاقی وتمدنی قدریں اور وہ خارجی عوامل جو کسی شخصیت کی تشکیل کرتے ہیں سب کے سب ہی ہماری دسترس میں نہیں ہوتے اور ہم اُس شخصیت کے بہت سے پہلوؤں کی توجیہ تاویل اور تشریح کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں وسطِ ایشیا، توران، ترکستان اور ماوراء النہر کے حدود اربعہ کے سلسلے میں چند بنیادی نکات پیش کیے جارہے ہیں اس تحریر کا مقصد کسی مسئلہ کو حل کرنا نہیں بلکہ مسئلہ کی سنگینی کا احساس دلانا ہے۔

ماضی قریب کے ایک بہت بڑے ایرانی عالم ڈاکٹر محمد معین مرحوم نے وسطِ ایشیا، توران ترکستان اور ماوراء النہر کے حدود اربعہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے درج ذیل سطور میں ہم ان کے افکار وخیالات کا ایک خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد معین کے نزدیک جب وسطِ ایشیا کا لفظ بولا جاتا ہے تو اُس سے مراد منگولیا، ترکستان، ایران، افغانستان اور تبت کے علاقے ہوتے ہیں[1]۔ ڈاکٹر محمد معین کا یہ بیان تاریخی اعتبار سے خواہ کتنا ہی درست کیوں نہ ہو، ہمارے زمانے کے مروجہ تصورات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اس زمانے میں ہم جب بھی وسطِ ایشیا کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اُس میں ایران

---

[1] فرہنگ فارسی محمد معین، ج ۵، ص ۳۸، مطبوعہ تہران۔

افغانستان اور تبت کے علاقے شامل نہیں ہوتے بلکہ اِس سے مراد صرف وہ علاقہ ہوتا ہے جس کو تاریخ اور جغرافیہ نگاروں نے 'ترکستان' کہا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اب ہمارا ترکستان کا بھی تصور وہ نہیں رہا جو قدیم جغرافیہ اور تاریخ نگاروں کا تھا۔ اب ہم جب بھی وسط ایشیا کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو وہ صرف اُس علاقے کے لیے ہوتا ہے جس کو بہت سے مورخین اور جغرافیہ نگاروں نے 'مغربی ترکستان' کہا ہے۔ اس مختصر سی بحث سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ 'وسطِ ایشیا' کی اصطلاح کتنی مبہم ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اب اس مسئلہ پر نئے سرے سے نظر ڈال کر کسی حتمی نتیجے پر پہونچنے کی کوشش کی جائے۔

یہیں سے ہمارے سامنے ایک دوسرا سوال آتا ہے وہ یہ کہ لفظ 'ترکستان' کس علاقے کے لیے بولا جاتا تھا؟ ڈاکٹر محمد معین نے اس مسئلہ کو بھی حل کرنے کی کوشش کی ہے ان کے نزدیک 'ترکستان' کے حدودِ اربعہ یوں ہیں: اس علاقے کے شمال میں سائبیریا، مغرب میں بحرِ خزر (Caspian Sea) جنوب میں افغانستان، ہندوستان اور تبت، مشرق میں منگولیا واقع ہے[۱]۔ یہ خطۂ ارض سوویتی جمہوریتوں اور چین کے مابین منقسم ہے۔ ڈاکٹر محمد معین کے اس واضح بیان کے بعد جب ہماری نظر لغت نامۂ دہخدا کے اوراق پر پڑتی ہے تو 'ترکستان' کے محل وقوع کا مسئلہ الجھتا محسوس ہوتا ہے۔ لغت نامۂ دہخدا کے مقالہ نگار نے 'ترکستان' کے عنوان سے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ اُسی کے الفاظ میں یہ ہے:

> "ترکستان: ۔ سرزمین ترکان، جایگاہِ قوم ترک، این نام اصولاً بہ سرزمینی اطلاق شدہ کہ مسکن اصلی قوم ترک در آنجا بودہ وتقریباً ایالت سنکیانگ یا ترکستانِ چین کنونی است ولی براثر مہاجرت مستمر این قوم بطرف شرق و غرب رفتہ رفتہ قسمتِ اعظم آسیای مرکزی نام ترکستان بخود گرفت چنانکہ دامن ہای جبال تیان شان و درہ ہای علیای جیحون وسیحون یعنی حوضۂ دریاچہ ہای بالخاش و قرہ گول والیی گول و درہ و انہار ایلی و چو و قزل سورا کہ در عہد باستان توران می گفتند بہ تدریج ترکستان نامیدہ شد و ہم اکنون ترکستان غربی و ترکستان روس

---

[۱] فرہنگ فارسی محمد معین جلد ۵ ص ۳۸۶

نام دارد "[1]

(ترکستان: ترکوں کی سرزمین۔ ترک قوم کے رہنے کی جگہ۔ اس نام کا اطلاق اصولی طور پر اس سرزمین پر ہوتا تھا جہاں ترک قوم کا اصلی مسکن رہا تھا اور یہ علاقہ تقریباً صوبۂ سنکیانگ یا ترکستان چین' تھا لیکن اس قوم کی مشرق اور مغرب کی طرف مسلسل مہاجرت کی وجہ سے رفتہ رفتہ وسطِ ایشیا کے بہت بڑے علاقے نے اپنا نام 'ترکستان' اختیار کیا۔ اس طرح کوہِ تیان شان کا دامنی علاقہ، جیحون اور سیحون کے بڑے بڑے دَرّے یعنی بالخاش، قرہ گول اور ایسی گول جھیلوں کی نشیبی زمینیں اور ان کے دَرّے اور ایلی، چو اور قزل سُو دریاؤں کے علاقے جن کو قدیم زمانے میں توران کہا جاتا تھا رفتہ رفتہ ترکستان کے نام سے موسوم ہوئے اور آج بھی اس کا نام مغربی ترکستان اور روسی ترکستان ہے)

درج بالا اقتباس سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ اوّل اوّل 'ترکستان' کا لفظ اُس علاقے کے لیے مخصوص تھا جس کو آج کل مشرقی یا چینی ترکستان کہا جاتا ہے اور جس علاقے کو روسی یا مغربی ترکستان کہا جاتا ہے وہ قدیم زمانے میں 'توران' کہلاتا تھا لیکن دقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں لغت نامۂ دہخدا ہی کی ایک دوسری عبارت الجھن پیدا کر دیتی ہے اور اصل مسئلہ پھر لاینحل ہوتا نظر آتا ہے۔ لغت نامۂ دہخدا میں 'ترکستان غربی' (مغربی ترکستان) کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یہ ہے:

"ترکستان غربی: ترکستان روس، قسمت اعظم این منطقہ در قدیم بنام "سرزمین تور" توران و خوارزم معروف بود کہ امروز بین افغانستان و شمال مشرقی ایران و قزاقستان روس و ترکستان شرقی و مغولستان خارجی قرار دارد وجمہوری ہای ترکمنستان و ازبکستان دریں ناحیہ است رود جیحون و سیحون در آن جاری است و در حقیقت می توان آنرا حوضۂ دریاچۂ ارال و دو رود یاد شدہ دانست۔ قسمت شمال غربی این سرزمین را پیش از مغول ترکستان

---

[1] لغت نامۂ دہخدا، شمارہ مسلسل ۱۰۲، تہران، دی ۱۳۴۳ ش، ص ۶۰۸

وقسمت جنوب شرقی آنرا فرغانہ می نامیدند" [1]

(ترکستان غربی: ترکستان روس. اس علاقے کا ایک بہت بڑا حصہ جو آج کے افغانستان، شمال مشرقی ایران، روسی قزاقستان، مشرقی ترکستان اور بیرونی منگولیا کے درمیان واقع ہے، پرانے زمانے میں سرزمین تور، توران اور خوارزم کے نام سے مشہور تھا۔ ترکمنستان اور ازبکستان کی جمہوریتیں اسی علاقے میں ہیں دریائے جیحون اور سیحون اسی علاقے میں رواں دواں ہیں اور درحقیقت اس علاقے کو ارال، جیحون اور سیحون کا حوضہ (وادی) سمجھنا چاہیے۔ اس سرزمین کے شمال مغربی حصے کو منگولوں سے پہلے ترکستان اور جنوب مشرقی حصے کو فرغانہ کا نام دیتے تھے)

درج بالا اقتباس کا صاف مطلب یہ ہے کہ منگولوں کے اقتدار سے پہلے اس سرزمین کا صرف وہ علاقہ 'ترکستان' کے نام سے موسوم تھا جو اُس کا شمال مغربی علاقہ ہے۔ ڈاکٹر محمد معین کے نزدیک مغربی یا روسی ترکستان، ترکمنستان، ازبکستان اور تاجیکستان کی سودیتی سوشلسٹی جمہوریتوں پر مشتمل علاقہ ہے جو بحر خزر اور بالخاش جھیل کے درمیان واقع ہے اس کے جنوب میں افغانستان اور ایران، مشرق میں چینی یا مشرقی ترکستان اور شمال میں سائبیریا ہے اس علاقے کا ایک بڑا حصہ ریگ زار پر مشتمل ہے جس کی ریت کے مختلف رنگ ہیں اور وہ اپنے رنگوں کے ناموں سے موسوم ہے مثلاً آق قوم (سفید ریت) قزل قوم (سرخ ریت) قراقرم (سیاہ ریت) مشرقی جانب اس کی سرحد کوہِ التائی اور میان شان پر منتہی ہوتی ہے۔ اس علاقے کے دو دریا مرغاب اور زرافشاں ریگ زار میں بہہ کر ختم ہو جاتے ہیں اور جیحون و سیحون دونوں دریا جاکر ارال سے مل جاتے ہیں [2] ڈاکٹر محمد معین نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی ہے کہ مغربی ترکستان کا علاقہ قدیم زمانے میں سرزمینِ تور، توران اور خوارزم کے نام سے معروف رہا ہو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ڈاکٹر محمد معین یونانی جغرافیہ نویس بطلیموس کے اس نظریے کو نہیں مانتے کہ توران کا علاقہ وہ علاقہ ہے جو خوارزم کے نام سے مشہور ہے بلکہ ان کے نزدیک توران اور خوارزم دو الگ الگ علاقوں کے نام ہیں۔

---

[1] لغت نامۂ دہخدا، شمارہ مسلسل ۱۰۲، ص ۶۰۹ [2] فرہنگ فارسی، محمد معین، جلد ۵ صہ ۳۸۶

اس سلسلے میں جب ہم قدیم مورخین اور جغرافیہ و لغت نویسوں کی تحریروں سے کسی نتیجے پر پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم کو مسئلہ اور الجھا نظر آتا ہے۔ مثلاً اسدی طوسی (پانچویں صدی ہجری) کے نزدیک ترکستان کا نام توران ہے جس میں خراسان کے بھی کچھ علاقے شامل ہیں۔ فرہنگ جہانگیری کے مولف میر جمال الدین حسین اینجوی شیرازی، فرہنگ رشیدی کے مولف عبدالرشید ٹھٹھوی اور برہان قاطع کے مولف محمد حسین بن خلف تبریزی (یہ سب حضرات گیارہویں صدی ہجری کے ہیں) کے نزدیک ولایت ماوراءالنہر کا نام توران ہے۔ علاوہ بریں لغت نامۂ دہخدا کے مقالہ نگار کے قول کے مطابق عہد وسطیٰ کی عربی فارسی کتابوں میں توران کی جو حد بندی کی گئی ہے اس کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں توران کا لفظ ماوراءالنہر کے علاقے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اوستا اور دیگر قدیم مذہبی کتابوں میں اس بات کا واضح ذکر ملتا ہے کہ ایرانی اور تورانی ایک ہی نسل کے افراد تھے فرق صرف یہ تھا کہ ایرانی جلد شہر نشین ہو گئے اور تورانی ایک عرصہ تک خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے رہے[1] اوستا وغیرہ کے اس واضح اشارے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ دریائے جیحون کے اُس پار کا وہ علاقہ جس میں ایرانی النسل افراد خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے تھے توران کے نام سے موسوم تھا جب اس علاقے میں ترکوں کی آمد شروع ہوئی تو جہاں اُن کی اکثریت ہو گئی وہ علاقہ ترکستان کہلایا جب دھیرے دھیرے پورے وسط ایشیا میں ترکوں کی تعداد ایرانی النسل افراد کی تعداد سے زیادہ ہو گئی تو پورا علاقہ ترکستان کہا جانے لگا لیکن کچھ لوگ اس کو ماوراءالنہر بھی کہتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکستان، توران اور ماوراءالنہر کے الفاظ بہت سے لوگوں کے نزدیک ہم معنی ہو کر رہ گئے اور یہیں سے خلط مبحث کا آغاز ہوا۔

درج بالا سطور میں توران کے سلسلے میں لغت نامۂ دہخدا کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ ڈاکٹر محمد معین کی تحریر سے مستفاد ہے۔ ڈاکٹر محمد معین کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"توران:۔ سرزمین است برآن سوی آمو دریا (جیحون) یعنی ماوراءالنہر و آن بہ خوارزم متصل بود و از طرف مشرق تا دریاچۂ ارال امتداد داشتہ است۔۔
......بطلیموس یونانی تور را ناحیۂ خوارزم دانستہ و خوارزمی در مفاتیح العلوم

---

[1] تفصیل کے لیے لغت نامۂ دہخدا شمارہ مسلسل ۱۴۸ ص ۱۱۰۳ ملاحظہ ہو۔

نویسد "مرز توران معمولاً نزد ایرانیان ممالک مجاور جیحون است .... در کتب عربی و ایرانی قرونِ وسطیٰ توران به سرزمین ماوراء النہر اطلاق شده[۱]"

(توران :۔ آمو دریا (جیحون) کے اُس پار کی سرزمین ہے یعنی ماوراء النہر، وہ خوارزم سے متصل اور مشرق میں ارال تک پھیلی ہوئی ہے۔ یونانی (جغرافیہ نویس) بطلیموس نے 'تور' کو خوارزم سمجھا ہے اور خوارزمی (تیسری صدی ہجری کا ریاضی دان اور دانش ور) مفاتیح العلوم میں لکھتا ہے "توران کی سرزمین ایرانیوں کے نزدیک بالعموم دریائے جیحون سے متصل ممالک سے عبارت ہے"... عہد وسطیٰ کی ایرانی اور عربی کتابوں میں لفظ توران کا اطلاق ماوراء النہر کی سرزمین پر ہوتا تھا۔)

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے اس بات کا کسی قدر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ وسطِ ایشیا، توران اور ترکستان الگ الگ علاقوں کے نام تھے اور اِن الفاظ کو ایک دوسرے کا مترادف نہ سمجھنا چاہیے اِسی کے ساتھ ساتھ ان علاقوں کے حدودِ اربعہ متعین کرتے وقت پوری چھان بین کی ضرورت ہے کیونکہ ان علاقوں کی سرحدیں مختلف ادوار میں بدلتی رہی ہیں اور کبھی کوئی نیا خِطّہ ان میں شامل ہو کر ان کا جزوین جاتا تو کبھی کوئی خِطّہ ان سے نکل کر انہی میں سے کسی دوسرے علاقے میں شمار ہونے لگتا۔

اب صرف یہ مسئلہ بحث طلب رہ جاتا ہے کہ ماوراء النہر اور توران ہم معنی الفاظ ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ معلوم ہے ماوراء النہر عربی کا لفظ ہے جس کے معنی دریا کے اس پار کے ہیں۔ ظاہر ہے زیرِ بحث علاقے کے لیے عربوں نے یہ لفظ اُس وقت وضع کیا ہو گا جب وہ ایران کو فتح کرنے کے بعد دریائے جیحون کے اُس پار کے علاقے کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے جس کے نتیجے میں دریائے جیحون کے اُس پار کا ایک بہت بڑا علاقہ ان کے تصرف میں آگیا تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر کی تصنیف حدود العالم کے نامعلوم مصنف نے ماوراء النہر کو "بکھری ہوئی سرحدوں" کا علاقہ قرار دیا ہے، اس کے اصل الفاظ یہ ہیں :۔

---

[۱] فرہنگ فارسی محمد معین، جلد ۵ ص ۳۹۹

"حدود ماوراءالنہر ناحیتہالیست پراگندہ بعضی بر مشرق ماوراءالنہر و بعضی بر مغرب است، آنک اندر مشرق ماوراءالنہر است مشرق وی حدود تبت است و ہندوستان، جنوب وی خراسان است و مغرب وی حدود جغانیان است و شمال وی حدود سروشن است[۱]"

(ماوراءالنہر کی سرحدیں پراگندہ اضلاع پر مشتمل ہیں، ان میں سے بعض مشرق میں اور بعض مغرب میں ہیں وہ حصہ جو مشرقی ماوراءالنہر میں ہے اس کے مشرق میں تبت اور ہندوستان ہیں جنوب میں خراسان کی سرحد ہے اور اس کے مغرب میں جغانیان کی سرحد اور اس کے شمال میں سروشن کی سرحد ہے۔)

درج بالا اقتباس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر میں ماوراءالنہر اس علاقے کو کہا جاتا تھا جو تبت اور ہندوستان، خراسان، حدود جغانیان اور سروشن کے درمیان کا علاقہ تھا۔ اس اقتباس میں اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی گئی ہے کہ ماوراءالنہر کا علاقہ دریائے جیحون اور سیحون کے درمیان کا علاقہ ہے، لیکن بقول مینورسکی[۲] حدودالعالم کے مصنف نے ترکستان کا لفظ اس علاقے کے لیے استعمال کیا ہے جو دریائے سیر (سیحون) کے اس پار کا علاقہ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ماوراءالنہر کی سرحد دریائے سیر پر آکر ختم ہو جایا کرتی تھی۔ حدودالعالم پر مقدمہ لکھتے ہوئے بارتھولڈ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس کتاب میں خراسان اور ماوراءالنہر کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس پر بلخی اور اصطخری کی تحریروں کا اثر بہت نمایاں ہے[۳]۔ بارتھولڈ کے اس بیان سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بلخی اور اصطخری کے نزدیک بھی ماوراءالنہر اسی علاقے تک محدود تھا جس کا ذکر حدودالعالم میں ہے۔ ہمارے عہد میں ڈاکٹر محمد معین نے ماوراءالنہر کے حدودِ اربعہ متعین کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

---

[۱] حدودالعالم مطبوعہ کابل، ۱۳۴۲ھ ص ۳۹۸

[۲] حدودالعالم، مطبوعہ کابل، تعلیقات مینورسکی، مترجم میر حسین شاہ، ۱۳۴۲ھ ص ۱۹۵

[۳] ایضاً، مقدمہ بارتھولڈ مترجم میر حسین شاہ ص ۲۲

"سرزمینی بوده است در شمال رود جیحون وبین سیحون و جیحون شامل بخارا، سمرقند، خجند، اشروسنہ، ترمذ، ماوراءالنہر مدت پنج قرن بزرگ ترین مہد تمدن اسلامی ایران ومرکز حکومت ہای ایرانی وتا دورۂ قاجاریہ تابع حکومت مرکزی ایران بودہ است۔ ماوراءالنہر مولد ومدفن بسیاری از دانش مندان بزرگ ایرانی است۔ این سرزمین اکنون جزو جمہوریٔ ازبکستان شوروی می باشد[۱]"

(ماوراءالنہر دریائے جیحون کے شمال کی وہ سرزمین رہی ہے جو سیحون اور جیحون کے درمیان واقع تھی، جس میں بخارا، سمرقند، خجند، اشروسنہ اور ترمذ شامل تھے، ماوراءالنہر پانچ صدیوں تک اسلامی ایران کے تمدن اور حکومتوں کا عظیم ترین گہوارہ اور قاچاریوں کے دور تک ایران کی مرکزی حکومت کا تابع رہا ہے۔ماوراءالنہر بہت سے ایرانی دانش مندوں کی جائے پیدائش اور مدفن ہے۔ آج کل یہ سرزمین سوویتی جمہوریۂ ازبکستان کا جزو ہے۔)

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ ماوراءالنہر کا علاقہ ہمیشہ ایران کی مرکزی حکومت کا تابع نہیں تھا۔ سامانیوں کا دارالحکومت بخارا تھا اور ان کی حکومت عموماً ماوراءالنہر اور خراسان کے علاقے تک محدود تھی۔ سامانیوں کے بعد ایلک خانیوں کا دور شروع ہوتا ہے اس دور میں بھی کم وبیش یہی صورت حال رہی۔ سلجوقیوں کے زمانے میں بھی ماوراءالنہر کا امیر اپنی آزاد حیثیت کا نمائندہ تھا۔ چنگیز خاں کے اخلاف میں تیمور نے جو وسیع وعریض سلطنت قائم کی اس کا دارالحکومت سمرقند تھا۔ اسی لیے اُس دور میں ماوراءالنہر کے ایران کے تابع ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس علاقے کے خوانین برائے نام ایران کی مرکزی حکومت کے تابع کہے جا سکتے ہیں مگر یہ تابعیت ویسی ہی ہوگی جیسی کہ آلِ بویہ کی عباسیوں سے تھی۔ اس نکتہ سے قطع نظر اب تک کی بحث کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات یقینی طور پر کہنی مشکل ہے کہ توران اور ماوراءالنہر کے الفاظ ایک ہی علاقے کے لیے استعمال ہوتے تھے یا دو الگ

---

[۱] فرہنگ فارسی، محمد معین، ج ۶ (اعلام غ-ی) صفحہ ۱۸۹۰-۱۸۹۱

علاقوں کے لیے ؟

جدید علمی اکتشافات وانکشافات نے قدماء کی بہت سی نایاب اور بظاہر مفقود و معدوم تحریروں سے ہم کو آگاہ و آشنا کر دیا ہے اب یہ بات ہمارے دور کے افراد کے لیے آسان ہوگئی ہے کہ وہ قدماء، متوسطین اور جدید دور کے تاریخ وجغرافیہ نگاروں کے رشحات قلم کا دیدہ ریزی اور عمیق نگاہی سے مطالعہ کر کے اِس دور کے قاری کے لیے یہ بات واضح کر سکیں کہ کس دور میں کون سا علاقہ ترکستان کہلاتا اور کون سا توران اور کون سا ماوراء النہر ؟ علاوہ برایں یہ بھی واضح کر سکتے ہیں کہ وسط ایشیا کا لفظ قدماء کے یہاں کن معنوں میں استعمال ہوا ہے، متوسطین کے یہاں کن معنوں میں اور آج ہم اس لفظ سے کیا مراد لیتے ہیں ؟ سارا مواد ہمارے سامنے بکھرا ہوا ہے ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ جدید ترین علمی طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے اِس بکھرے ہوئے مواد کو بنیاد بنا کر مسئلہ کو حل کر دیا جائے ۔

تصنیفی تربیت کے اسکالرشپ میں اضافہ

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کی طرف سے تصنیفی تربیت کے لیے پانچ سو روپیہ (۵۰۰/-) ماہانہ وظیفہ دیا جاتا تھا اب اسے بڑھا کر چھ سو روپیہ (۶۰۰/-) ماہانہ کر دیا گیا ہے۔ یہ وظیفہ دو سال کے لیے ہوگا۔ منتخب ہونے والے افراد کو ادارہ کی طرف سے قیام کی سہولت بھی حاصل رہے گی۔

درخواست دہندہ کا کسی معروف عربی مدرسہ کے درجہ فضیلت یا اس کے مساوی درجے سے فارغ ہونا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ہائی اسکول کے معیار کی انگریزی کی صلاحیت بھی لازمی ہے۔ عربی نہ جاننے کی صورت میں درخواست دہندہ کا ایم اے ہونا ضروری ہے۔ بی اے پاس شدہ افراد بھی درخواست دے سکتے ہیں بشرطیکہ عربی میں اچھی استعداد رکھتے ہوں۔

تحریک اسلامی سے متعلق یا کسی معروف شخصیت کی تصدیق کے ساتھ حسب ذیل معلومات فراہم کی جائیں۔

(۱) نام (۲) عمر (چوبیس (۲۴) سال سے زیادہ نہ ہو) (۳) پورا پتہ ۔ (۴) تعلیمی استعداد (اسناد اور مارکس شیٹ کی نقل کے ساتھ ۔ (۵) کورس کے علاوہ مطالعہ کی تفصیل ۔ (۶) مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مضامین کی نقل اردو، عربی یا انگریزی میں (۷) ان موضوعات کی تفصیل جن سے درخواست دہندہ کو خصوصی دلچسپی ہو ۔ (۷) درخواست بھیجنے میں تاخیر نہ کی جائے ۔

نوٹ : جو لوگ عربی یا انگریزی میں لکھنا چاہتے ہوں وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

انتخاب انٹرویو کے بعد ہوگا۔ جن لوگوں کو انٹرویو کے لیے بلایا جائے گا انھیں ایک طرف کا کرایہ سکنڈ کلاس مع سلیپر چارج کے دیا جائے گا۔ جلال الدین عمری ۔ سکریٹری ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی ۔ پان والی کوٹھی ۔ دودھ پور، علی گڑھ